معیشت واقتصاد

[قسط سوم]

شیخ الحدیث حافظ ذوالفقار علی

خرید وفروخت کے زرّیں اسلامی اُصول

قیمت کے متعلق ہدایات

یہ بات تو مسلم ہے کہ بیع اسی صورت میں منعقد ہوگی جب مشتری فروخت کنندہ کو بدلے میں کوئی قیمت ادا کرے گا، اس کے بغیر بیع وجود میں نہیں آسکتی تاہم شریعتِ مطہرہ نے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق بھی ہماری مکمل رہنمائی کی ہے۔

① اس سلسلہ میں پہلی بات یہ یاد رکھیں کہ معاوضہ کرنسی کی شکل میں ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر اس چیز کی بنیاد پر لین دین ہوسکتا ہے جو شریعت کی رو سے جائز اور معاشرہ میں بطورِ معاوضہ قبول کی جاتی ہو۔ جو چیزیں شرعاً جائز نہ ہوں جیسے شراب، مردار اور خنزیر وغیرہ ہے، یا وہ اشیا جو معاشرہ میں آلہ مبادلہ کی حیثیت سے رائج نہ ہوں، وہ قیمت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

② **قیمت معلوم ہو**

قیمت کے بارے میں دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ فریقین مکمل تفصیلات طے کر کے معاملہ کریں، مثلاً قیمت کیا ہوگی، ادائیگی فوری ہوگی یا تاخیر سے، اگر تاخیر سے ہوگی تو کتنی مدت بعد، اور ادائیگی کا طریقہ کیا ہوگا؟ یکمشت ہوگی یا قسطوں میں، یہ تمام اُمور پہلے طے کرنا ضروری ہیں بصورتِ دیگر بیع منعقد نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام بیع کی شرائط میں ایک شرط یہ بیان کرتے ہیں:

أن يكون الثمن معلومًا للمتعاقدين أيضًا كما تقدَّم لأنه أحد العوضين فاشترط العلم به كالمبيع [الروض المربع: ص۲۸۰،۲۸۱]

''فریقین کو قیمت بھی معلوم ہو جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کیونکہ ایک عوض یہ قیمت ہے لہٰذا فروخت کی جانے والی چیز کی طرح اس کا بھی علم ہونا چاہیے۔''

قیمت مجہول ہونے کی ایک شکل یہ ہے کہ چیز خریدتے وقت قیمت کا تذکرہ ہی نہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ تذکرہ تو ہو مگر اس طرح کہ فریقین میں سے کسی کو متعین قیمت کا علم نہ ہو۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ میں فلاں چیز کو اس کی بازاری قیمت پر خریدتا ہوں یا اس قیمت پر خریدتا ہوں جو اس پر درج ہے جبکہ اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی بازاری قیمت یا اس پر درج شدہ قیمت کیا ہے۔ چنانچہ علامہ بہوتیؒ فرماتے ہیں:

فإن باعه برقمه أي ثمنه المكتوب عليه وهما يجهلانه أو أحدهما لم يصح للجهالة [الروض المربع: ص۲۸۱]

''اگر اس کو اوپر لکھی ہوئی قیمت پر بیچے جبکہ وہ دونوں یا ان میں سے ایک بھی لکھی ہوئی قیمت سے ناواقف ہو تو قیمت مجہول ہونے کی بنا پر بیع صحیح نہیں ہوگی۔''

اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ جس قیمت پر فلاں شخص نے فروخت کی ہے یا جس قیمت پر لوگ فروخت کر رہے ہیں، اسی قیمت پر میں آپ کو بیچتا ہوں لیکن فریقین اس قیمت سے واقف نہ ہوں یا یہ کہنا کہ جو قیمت آپ کو پسند ہو وہ دے دینا یا جس قیمت پر میں نے خریدی ہے، اسی پر آپ کو بیچتا ہوں جبکہ خریدار کو قیمتِ خرید کا علم نہ ہو، کیونکہ ان صورتوں میں قیمت مجہول رہتی ہے جو نزاع کا باعث بن سکتی ہے جبکہ شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ قیمت پہلے طے ہونی چاہیے تاکہ جھگڑے کا خطرہ نہ رہے۔ البتہ اگر مجلسِ عقد کی برخاستگی سے قبل حتمی قیمت کا علم ہو جائے تو پھر بیع جائز ہوگی۔

③ نقد اور اُدھار قیمت میں فرق

یہ امر تو طے ہے کہ خرید وفروخت جس طرح نقد جائز ہے، ادھار بھی جائز ہے بشرطیکہ ادائیگی کی مدت معلوم ہو لیکن کیا اُدھار کی صورت میں نقد کے مقابلہ میں زائد قیمت رکھنا جائز ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے جو قیمت پر گفتگو کرتے ہوئے پوری شدت سے اُبھر کر سامنے آتا ہے کیونکہ عصر حاضر میں قسطوں پر لین دین کا رواج ہے اور اس میں ہمیشہ نقد کی نسبت زیادہ قیمت رکھی جاتی ہے۔ بعض علما اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن اگر دلائل کی روشنی میں غور کیا جائے تو ان کی رائے صائب معلوم نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر فقہاے محدثین اُدھار کی

وجہ سے قیمت میں اضافہ جائز سمجھتے ہیں، چنانچہ امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

قَالَتِ الشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنفِيَّةُ وَزَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ وَالْمُؤَيَّدُ بِاللهِ وَالْجُمْهُورُ: إِنَّهُ يَجُوزُ لِعُمُومِ الْأَدِلَّةِ الْقَاضِيَةِ بِجَوَازِهِ وَهُوَ الظَّاهِرُ [نیل الاوطار: ج۸/ص۲۰۱]

''شافعیہ، حنفیہ، زید بن علی، مؤید باللہ اور جمہور نے جواز کے عمومی دلائل کی بنا پر اسے جائز قرار دیا ہے اور ظاہر بھی یہی ہے۔''

◉ امام شوکانیؒ نے اس کے حق میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام ہے:

شِفَاءُ الْغَلِيلِ فِي حُكْمِ زِيَادَةِ الثَّمَنِ لِمُجَرَّدِ الْأَجَلِ

اس رسالہ میں اُنہوں نے زیر بحث مسئلہ کے متعلق بڑی عمدہ تحقیق پیش فرمائی ہے چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

''ہم نے اس میں ایسی تحقیق پیش کی ہے جو ہم سے پہلے کسی نے نہیں کی۔'' [ایضاً: ص۲۰۲]

◉ اہل حدیث اکابر علماء سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی، نواب صدیق حسن خان، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہم اللہ کا موقف بھی یہی ہے کہ اُدھار میں زائد قیمت رکھی جا سکتی ہے۔ [فتاویٰ نذیریہ: ج۲/ص۱۶۲، الروضة الندية: ج۲/ص۸۹، فتاویٰ ثنائیہ: ج۲/ص۳۶۵، فتاویٰ اہل حدیث: ج۲/ص۲۶۳،۲۶۴]

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم کی آیت: ﴿ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ ﴾ [البقرۃ:۲۷۵] ''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے'' سے پتہ چلتا ہے کہ سوائے ان شکلوں کے جن کی حرمت قرآن وحدیث میں بیان کر دی گئی ہے، خرید وفروخت کی تمام صورتیں جائز ہیں، چونکہ قرآن کی کسی آیت یا حدیثِ نبوی سے یہ واضح نہیں کہ اُدھار میں زائد قیمت لینا غلط ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔

جن علما کے نزدیک نقد اور اُدھار کی صورت میں علیحدہ علیحدہ قیمت رکھنا ناجائز ہے، وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا۔''

[جامع ترمذی: کتاب البیوع باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة]

''نبی ﷺ نے فرمایا جو ایک بیع میں دو بیع کرے، اس کے لیے کم قیمت ہے یا سود۔''

[سنن ابی داود: باب فيمن باع بيعتين فى بيعة]

ان حضرات کے خیال میں 'ایک بیع میں دو بیع' کا مطلب نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق ہے لیکن اگر اس کی تشریح میں محدثین کے اَقوال کو سامنے رکھا جائے تو یہ مفہوم درست معلوم نہیں ہوتا۔ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں:

وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ أَنْ يَقُولَ أَبِيعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَةٍ وَبِنَسِيئَةٍ بِعِشْرِينَ وَلاَ يُفَارِقُهُ عَلَى أَحَدِ الْبَيْعَيْنِ فَإِذَا فَارَقَهُ عَلَى أَحَدِهِمَا فَلا بَأْسَ إِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا.

قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَمِنْ مَعْنَى نَهْيِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ أَنْ يَقُولَ أَبِيعُكَ دَارِي هٰذِهِ بِكَذَا عَلَى أَنْ تَبِيعَنِي غُلامَكَ بِكَذَا

[سنن ترمذی: باب ما جاء في النهى عن بيعتين في بيعة]

''بعض اہل علم نے ''ایک بیع میں دو بیع'' کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ فروخت کنندہ یوں کہے کہ میں یہ کپڑا تجھے نقد دس اور اُدھار بیس کا فروخت کرتا ہوں، اور فریقین کوئی ایک قیمت طے کئے بغیر جدا ہوں جائیں، لیکن جب ایک قیمت پر متفق ہو کر جدا ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ فروخت کنندہ یہ کہے کہ میں اپنا یہ گھر آپ کو اتنے میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ آپ اپنا غلام اتنے میں مجھے فروخت کریں گے۔''

◉ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے استاد (ابن تیمیہ) کا قول ہے کہ'' جو ایک بیع میں دو بیع کرے، اس کے لیے کم قیمت ہے یا سود'' سے مراد بعینہٖ بیع عِینَہ ہے۔'' [تہذیب: ج۵/ص۱۰۰]

بیع عِینَہ یہ ہے کہ کوئی چیز اُدھار زائد قیمت پر بیچ کر دوبارہ نقد کم قیمت پر خرید لی جائے۔ مثلاً ایک شخص نے ایک سو دس روپے میں کتاب خریدی اور ادائیگی ایک ماہ بعد طے پائی، اب فروخت کنندہ اسی شخص سے یہی کتاب ایک سو روپے میں نقد دوبارہ خرید لیتا ہے تو یہ بیع عینہ ہے جو سودی معاملہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ فروخت کنندہ نے دیا تو ایک سو روپیہ ہے مگر وصول ایک سو دس پانے ہیں یہی سود ہے۔

◉ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''علماء نے اس کے دو مفہوم بیان کئے ہیں:

① فروخت کنندہ یہ کہے کہ میں آپ کو نقد دس کی یا اُدھار بیس کی بیچتا ہوں۔ یہ مفہوم امام احمدؒ نے سماکؒ سے بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک

سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا، کی تشریح سماکؒ نے یوں کی ہے کہ فروخت کنندہ یہ کہے کہ اُدھار اتنے کی اور نقد اتنے کی۔ مگر یہ تشریح کمزور ہے کیونکہ اس صورت میں نہ تو سود شامل ہے اور نہ ہی دو سودے ہوئے ہیں، صرف دو قیمتوں میں سے ایک قیمت کے ساتھ سودا طے پایا ہے۔

② اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ فروخت کنندہ یوں کہے کہ میں آپ کو یہ چیز ایک سال کی مدت کے لیے ایک سو کے بدلے اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ میں آپ سے اَسّی کی نقد خرید لوں گا، حدیث کا اس کے علاوہ دوسرا کوئی معنی نہیں ہے۔'' [تہذیب:۱۰۵/۵،۱۰۶]

اس تفصیل سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی کہ نقد اور اُدھار کے لیے دو علیحدہ علیحدہ قیمتیں مقرر کرنے سے اس حدیث کی مخالفت نہیں ہوتی جس میں نبی ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے اَحقر کی کتاب ''دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم'' ملاحظہ فرمائیے۔

④ اُدائیگی عمدہ طریقے سے کی جائے

ادھار میں بیع مکمل ہوتے ہی قیمت مشتری کے ذمے دَیْن (Debt) ہو جاتی ہے لہٰذا مشتری کا فرض ہے کہ وہ طے شدہ مدت کے اندر ادائیگی یقینی بنائے، لیت و لعل یا پس وپیش نہ کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے قرض کی ادائیگی پر قادر مقروض کی طرف سے ٹال مٹول کو ظلم سے تعبیر فرمایا ہے۔ فروخت کنندہ کو بھی چاہیے کہ وہ طے شدہ مدت سے قبل ادائیگی کا مطالبہ نہ کرے۔ اگر خریدار تنگ دست ہو تو قرآنی حکم کے مطابق اس کو فراخ دستی تک مہلت دی جائے، اور اگر کسی وجہ سے بر وقت ادائیگی نہ کر سکے تو جرمانہ وصول نہ کیا جائے، کیونکہ یہ سود کے زمرے میں آتا ہے۔

⑤ مارکیٹ ریٹ خراب نہ کریں اور قیمت کا تقرر

بلاشبہ انسان اپنی چیز جس قیمت پر چاہے، فروخت کر سکتا ہے شریعت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جس طرح استحصال اور ظالمانہ منافع خوری منع ہے، اسی طرح نامناسب حد تک قیمتیں کم کر کے مارکیٹ کا توازن خراب کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ نے اپنی شہرہ آفاق تالیف مؤطا میں حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيعُ زَبِيبًا لَهُ بِالسُّوقِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِمَّا أَنْ تَزِيدَ فِي السِّعْرِ وَإِمَّا أَنْ تُرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا

[موطأ:کتاب البیوع، باب الحکرۃ والتربص]

''عمر بن خطابؓ حاطب بن ابی بلتعہؓ کے پاس سے گزرے اور وہ بازار میں اپنا منقی بیچ رہے تھے، تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: یا تو قیمت میں اضافہ کرو یا ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ۔''

مارکیٹ ریٹ سے بہت کم قیمت رکھنا بھی دراصل اجارہ داری قائم کرنے اور دوسرے تاجروں کا راستہ روکنے کا ایک حربہ ہے، بالخصوص چھوٹے تاجر اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں اسی وجہ سے حضرت عمرؓ حاطب بن ابی بلتعہ کو انتہائی کم نرخ پر بیچنے سے منع فرمادیا۔

جو حضرات قیمتوں میں عدم مداخلت کے قائل ہیں، وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ سنن بیہقی میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ بازار سے واپس آئے تو اپنا محاسبہ کیا اور حاطب بن ابی بلتعہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: یہ میرا فیصلہ نہیں ہے۔ میرا مقصد تو شہر والوں کی بھلائی تھا، ورنہ آپ جہاں چاہیں اور جیسے چاہیں بیچیں۔ [موطا: ج۶ /ص۲۹]

لیکن یہ روایت ثابت نہیں کیونکہ اس کو حضرت عمرؓ سے قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں جن کی حضرت عمر سے ملاقات ثابت نہیں۔ [السنن الکبریٰ: ج۷ /ص۳۸۳، فتح الباری: ج۹ /ص۴۷۸]

باقی جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ سے سرکاری طور پر اشیا کے ریٹ مقرر کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے اتفاق نہ کیا اور فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ [سنن ابوداود: باب فی التسعیر، سنن الترمذی: باب ماجاء فی التسعیر]

''اللہ تعالیٰ ہی نرخ مقرر کرنے والا، تنگی، کشادگی کرنے والا اور رازق ہے۔''

تو یہ اس تناظر میں فرمایا جب قیمتوں میں اضافہ فطری اُصول کے تحت ہو رہا ہو، اس میں ناجائز منافع خوری کا عمل دخل نہ ہو۔ لیکن اگر تاجر صارفین کے ساتھ صریح زیادتی کر رہے ہوں تو پھر حکومتی مداخلت ناگزیر ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں عوام کو تاجروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''تاجروں کی ظالمانہ منافع اندوزی کو کنٹرول کرنا جائز ہے کیونکہ یہ فساد فی الارض ہے۔'' [حجۃ اللہ البالغہ: ج۲ /ص۱۹۹]